کراچی کے چند نئے فرقوں
کے بانیوں کا تعارف

گھر کے بھیدی لنکا ڈھائیں

مؤلف: خلیل احمد رانا

COPY RIGHT© - ISLAMIEDUCATION.COM

گھر کے بھیدی لنکا ڈھائیں

کراچی کے چند نئے فرقوں کے بانیوں کا تعارف

مؤلف: خلیل احمد رانا

بات اُن کی، زباں اُن کی

فتنوں کا جلدی جلدی نمودار ہونا قیامت کی نشانیوں میں سے ہے، ماضی میں کئی باطل فرقے وجود میں آئے، اب بھی نئی نئی شکلیں بدل کر بھولے بھالے مسلمانوں کو گمراہ کرنے میں لگے ہوئے ہیں، چند سالوں سے کراچی (پاکستان) میں بھی کچھ نئے فرقے پیدا ہوئے ہیں، بقول ابوطاہر محمد زبیر علی زئی (غیر مقلد عالم) ''عصر جدید میں کراچی کا شہر خودرو فرقوں کا مرکز ہے'' (ابوطاہر زبیر علی زئی، مقدمہ ''الفرقۃ الجدیدۃ، ناشر، جماعۃ المسلمین، فاروق اعظم روڈ، کیماڑی، کراچی ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۸ء، ص ۵)

اور یہ سب وھابیت کی پیداوار ہیں، شاعر مشرق علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے رفیق خاص سید نذیر نیازی لکھتے ہیں کہ!

''حضرت علامہ نے فرمایا'' قادیان اور دیوبند اگرچہ ایک دوسرے کی ضد ہیں، لیکن دونوں کا سرچشمہ ایک ہے، اور دونوں اس تحریک کی پیداوار (ہیں) جسے عرف عام میں وھابیت کہا جاتا ہے''۔ (سید نذیر نیازی، اقبال کے حضور، مطبوعہ اقبال اکادمی، کراچی، س ن؟، ص ۲۶۱)

فرقہ تمنائیہ

منکر حدیث تمنا عمادی

تمنا عمادی صاحب کا پورا نام ''مولوی سید محی الدین تمنا عمادی پھلواروی'' ہے، (مولانا ظفر الدین بہاری، نصرۃ الاصحاب باقسام ایصال الثواب، مطبوعہ تنظیم نوجوانان اہلسنت، جامع مسجد سیدنا صدیق اکبر، بازار حکیماں، بھاٹی گیٹ لاہور ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵ء، ص ۵)

۱۳۰۵ھ میں پھلواری شریف ضلع پٹنہ (صوبہ بہار۔ ہندوستان) میں پیدا ہوئے، درس نظامی اپنے والد شاہ عزیز الحق سے اور حدیث کی تعلیم مولانا حکیم علی نعمت سے حاصل کی، شاعری میں شمشاد لکھنوی (مولانا عبدالاحد شمشاد لکھنوی فرنگی محلی ۱۲۶۶ھ۔۱۳۳۵ھ) کے شاگرد رہے، عربی، اُردو ادب اور فارسی میں شبلی نعمانی سے تلمذ تھا، تصانیف میں جواہر الادب، مذہب العقل، معاش و معاد، انمول موتی، عروض جدید، البدر المنیر فی اصول تفسیر کے علاوہ اردو و فارسی کلام کے دیوان ہیں، ۱۳۹۲ھ/ ۱۹۷۲ء میں ڈھاکہ (بنگلہ دیش) میں فوت ہوئے، کراچی میں دفن ہوئے (صابر براری، تاریخ رفتگاں، مطبوعہ ادارہ فکر نو کراچی، ۱۹۸۶ء، ص ۱۲۴)

پروفیسر محمد اسلم، سابق صدر شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی لاہور (متوفی ۱۹۹۸ء) ان کی قبر کے بارے میں لکھتے ہیں!

''مولانا تمنا عمادی نے تو باقاعدہ یہ وصیت کی تھی کہ ان کی قبر پر نہ تو کتبہ لگایا جائے، نہ ہی اس پر دوبارہ مٹی ڈالی جائے اور نہ ہی کوئی ان کی قبر پر آئے، ایسی ہی وصیت توحید کے علمبردار ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی نے بھی کی تھی، اگر انہیں ایک روز کے لئے اختیار مل جاتا تو وہ پاکستان میں ایک پکی قبر باقی نہ رہنے دیتے''۔ (پروفیسر محمد اسلم، خفتگان کراچی، مطبوعہ ادارہ تحقیقات پاکستان، دانش گاہ پنجاب، لاہور ۱۹۹۱ء، ص ۳۵۱)

مولانا شبلی نعمانی کی تعلیمات کا اثر یہ ہوا کہ مسلمانوں کے متفقہ عقائد کے بارے میں تنقیدی ذہن رکھتے تھے، شبلی نعمانی نیچریت (جدیدیت) میں سرسید احمد خاں (علی گڑھ) سے متاثر تھے، سرسید اور شبلی نعمانی کو مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی اپنے

ملفوظات ''الافاضات الیومیہ میں نیچری لکھا ہے۔ (الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ، حصہ ششم کا جز دوم، مطبوعہ مکتبہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر (یوپی، ہندوستان) سن طباعت ندارد، ص ۳۲۷، ۳۹۴)

جس طرح سر سید احمد خاں معجزات نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزہ معراج اور دوسرے معجزات کا انکار کرتے تھے، اسی طرح شبلی نعمانی اور پھر ان کے شاگرد مولوی سلیمان ندوی، اور پھر وہی باتیں مولوی حبیب الرحمٰن کاندھلوی نے اپنی کتاب ''مذہبی داستانیں'' میں لکھی ہیں، مسلمانوں میں انتشار وافتراق پھیلانے والے یہ سارے کے سارے لیڈر صاحبان ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔

غیر مقلدین کے مشہور محقق مولوی ارشاد الحق اثری (فیصل آباد) تمنا عمادی صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں!

''واقف حال حضرات کو معلوم ہے جناب تمنا صاحب کا عمر بھر مشن یہ رہا کہ ریسرچ اور تحقیق کے نام سے کسی نہ کسی طرح صحیح احادیث میں تشکیک پیدا کردی جائے، اور اس میں بلاشبہ انہیں بڑی مہارت حاصل تھی، ہم ان کے علم وفضل اور ذہانت کے معترف ہیں مگر اس ذہانت پر ان کی تجدد پسندی کا رنگ غالب تھا، اور استشراقی افکار سے بھی وہ متاثر تھے''۔ (ارشاد الحق اثری، احادیث صحیح بخاری ومسلم کو مذہبی داستانیں بنانے کی ناکام کوشش، مطبوعہ ادارۃ العلوم الاثریہ، فیصل آباد ۱۹۹۸ء، ص ۲۱۴)

شروع جوانی کی عمر میں ہی جدید ذہن رکھتے تھے اور مسلمانوں کے متفقہ عقیدہ ''مرحومین کے لئے ایصال ثواب'' کے متعلق شکوک وشبہات میں مبتلا تھے، چنانچہ انہوں نے ۲۰ راگست ۱۹۳۵ء؁ کو پھلواری شریف ضلع پٹنہ (بہار، ہندوستان) سے اہل سنت کے مشہور مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں مسئلہ ایصال ثواب کے متعلق چار سوال لکھ کر بھیجے، مولانا ظفر الدین قادری رضوی بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خلیفہ مجاز امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا مفصل جواب لکھا، جو ۱۴۱۶ھ / ۱۹۹۵ء میں تنظیم نوجوانان اہل سنت، جامع مسجد سیدنا صدیق اکبر اندرون بھاٹی دروازہ لاہور سے دو سو صفحات پر مشتمل کتابی صورت میں شائع ہوا، اس کا سن تصنیف ۱۳۵۴ھ ہے، انہی خیالات کو لے کر حبیب الرحمٰن کاندھلوی نے مسئلہ ایصال ثواب کے خلاف ایک کتاب ''عقیدہ ایصال ثواب قرآن کی نظر میں'' لکھی، جو الرحمٰن پبلشنگ ٹرسٹ کراچی نے ۱۹۹۰ء میں شائع کی، حبیب الرحمٰن کاندھلوی کے ان اعتراضات (مثلاً قرآن کریم کی آیت ہے ''لیس للانسان الاماسعیٰ'' یعنی انسان کے لئے وہی کچھ ہے جو اس نے کمایا، یا جس کی اس نے سعی کی یا جس کی اس نے کوشش کی، تو کسی کا ایصال ثواب کرنا کسی کو کیا فائدہ دے سکتا ہے؟ کیونکہ اس کے لئے تو وہی کچھ ہے جس کی اس نے سعی کی) کا جواب علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۹۸۶ء)، ماہنامہ ''قائد'' ملتان شمارہ بابت رمضان المبارک ۱۳۶۹ھ / جولائی ۱۹۵۰ء میں دے چکے ہیں، یہی مضمون ماہنامہ ''السعید'' ملتان شمارہ شوال ۱۴۱۵ھ / مارچ ۱۹۹۵ء میں صفحہ ۵۹ تا ۶۹ پر شائع ہو چکا ہے۔

فرقہ کاندھلویہ

حبیب الرحمن کاندھلوی کا تعارف

ان فرقوں میں ایک فرقہ کاندھلویہ ہے، اس کے سربراہ حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلوی (کراچی) ہیں، یہ مولوی اشفاق الرحمٰن کاندھلوی دیوبندی کے فرزند ہیں۔

کراچی کے مولوی ابو جابر عبداللہ دامانوی (وھابی غیر مقلد) ان کے متعلق لکھتے ہیں!

''اگرچہ کھلے طور پر تو منکر حدیث نہیں لیکن ان کا رجحان بھی انکار حدیث ہی کی طرف ہے، کیونکہ جو صحیح حدیث بھی ان کے باطل نظریات کے خلاف ہو وہ اس میں خواہ مخواہ کیڑے نکال کر اسے ضعیف قرار دے دیتے ہیں، یہ گروہ ناصبیت کا بھی زبردست علمبردار ہے، اور علی اور اہل بیت رسول کی فضیلت میں آئی ہوئی کوئی صحیح حدیث بھی انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتی اور یہ اسے ضعیف قرار

دے دیتے ہیں، اس گروہ نے اب صحیحین (بخاری و مسلم) کی احادیث پر بھی ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا ہے، چنانچہ اس گروہ کی ایک سرکردہ شخصیت حبیب الرحمٰن کاندھلوی صاحب ہیں، جنہوں نے مذہبی داستانیں، عقیدہ ایصال ثواب قرآن کریم کی نظر میں، وغیرہ کتابیں لکھی ہیں اور انہوں نے صحیح بخاری کی اہمیت کو نہ صرف ختم کرنے کی کوشش کی ہے بلکہ اسے زیر تصنیف اور نامکمل کتاب بھی قرار دیا ہے''۔

پھر حاشیہ میں لکھتے ہیں!

''اس گروہ میں عزیز احمد صدیقی (کراچی) تو کھلے منکر حدیث ہیں اور وہ احادیث کا مذاق تک اڑاتے ہیں، ان کے علاوہ دوسرے افراد میں سے محمود احمد عباسی، حبیب الرحمٰن کاندھلوی (کراچی)، حکیم فیض عالم صدیقی (جہلم)، محمد عظیم الدین (کراچی) وغیرہ شامل ہیں''۔ (ابو جابر عبداللہ دامانوی، حدیث عائشہ میں تلبیس، مطبوعہ جماعۃ المسلمین ۶۱۴/ ۳۶ فاروق اعظم روڈ کیماڑی کراچی، مکتبہ اہل حدیث ٹرسٹ کورٹ روڈ کراچی، سن طباعت درج نہیں، ص ۱۹)

غیر مقلدین کے مشہور محقق مولانا ارشاد الحق اثری (فیصل آباد) منکرین حدیث کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں!

''اسی فکر ناہموار کا ایک ادارہ المورد ہے، جس کے سربراہ جناب جاوید غامدی صاحب ہیں، جو کسی حیلے بہانے سے اپنے افکار کے اظہار کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتے، چنانچہ انہوں نے اسی ''مذہبی داستانیں'' کے حوالے سے ''روایات تحقیق'' کے عنوان سے ایک مضمون اپنے ماہنامہ ''اشراق'' شمارہ نمبر ۴، جلد ۴، شعبان ۱۴۰۸ھ/ اپریل ۱۹۸۸ء میں شائع کرایا، اشراق میں یہی مضمون پڑھ کر جناب مولانا امین احسن اصلاحی صاحب نے فرمایا کہ میں نے زندگی میں صرف دو آدمی اس لفظ علامہ کے مستحق دیکھے ہیں، ایک علامہ عباسی مرحوم اور دوسرے علامہ حبیب الرحمٰن صاحب، اور جب انہوں نے براہ راست ''مذہبی داستانیں'' کا مطالعہ کیا تو اپنے حلقہ احباب سے فرمایا!

''سب سن لو اگر تم نے ان کتابوں کو جگہ جگہ پھیلانے میں کوتاہی کی تو تم اللہ کے مجرم ہو گے'' (مذہبی داستانیں، جلد ۳، ص ۶)

اس سے آپ اس ''اصلاحی برادری'' کے غیر اصلاحی افکار و نظریات کا اندازہ کر سکتے ہیں، اصلاح کے نام پر فساد، تحقیق کے نام پر تلبیس اور تعمیر کے نام پر تخریب کے ان علمبرداروں سے ہم یہی عرض کریں گے کہ **لا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا**''۔ (ارشاد الحق اثری، احادیث صحیح بخاری و مسلم کو مذہبی داستانیں بنانے کی ناکام کوشش، مطبوعہ ادارۃ العلوم الاثریہ، فیصل آباد ۱۹۹۸ء، ص ۵۵)

ابو جابر عبداللہ دامانوی غیر مقلد درج ذیل عنوان کے تحت لکھتے ہیں!

کاندھلوی صاحب اسماء الرجال کے میزان میں

''کاندھلوی صاحب چونکہ بقلم خود ''امام الحدیث'' بھی ہیں، اور اسماء الرجال کا علم بھی حدیث کے راویوں اور محدثین کے ثقہ اور غیر ثقہ ہونے اور ان کی عملی زندگیوں ہی سے بحث کرتا ہے اور اسماء الرجال کی کتابوں میں راویوں کی ایک ایک خوبی اور خامی چن چن کر نقل کی جاتی ہے، اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ اس خود ساختہ امام الحدیث کی ثقاہت بھانڈا بھی بیچ چوراہے میں پھوڑ دیا جائے، تاکہ لوگ اس نقلی امام الحدیث اور محقق سے ہوشیار ہو جائیں، موصوف ایک راوی شہر بن حوشب (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے متعلق فرماتے ہیں!

''ابوبکر الکرمانی کا بیان ہے کہ یہ بیت المال میں ملازم تھا، اس نے اس میں سے چند درہم چرا لئے جس پر ایک شاعر اس کی مذمت میں شعر بھی کہے''۔

کاندھلوی صاحب آگے فرماتے ہیں!

''عباد بن منصور کا بیان ہے کہ یہ میرے ساتھ حج کو گیا، اس نے میری تھیلی چرالی، گویا یہ عادی چور تھا''۔ (مذہبی داستانیں، جلد۲، صفحہ ۲۴۸)

دوسرے مقام پر (کاندھلوی) موصوف اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں!

''یہ کوئی نیا واقعہ نہ تھا یہ حرکت تو وہ اکثر کرتا رہا ہے''۔

آگے فرماتے ہیں!

''گویا اس روایت کی سند میں ایک چور اور تین رافضی اور کذاب موجود ہیں''۔ (مذہبی داستانیں، ج ۲، ص ۱۴۲)

کاندھلوی صاحب کی کتاب ''مذہبی داستانیں'' سے مندرجہ بالا اقتباس لکھ کر مولوی ابو جابر عبداللہ دامانوی غیر مقلد (کراچی) لکھتے ہیں:

حضرت شہر بن حوشب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر چوری کا الزام ثابت نہیں کیونکہ تھیلی چھپانے والے واقعہ کی سند منقطع ہے (سیر اعلام النبلاء، ج ۴، ص ۳۷۵) عباد بن منصور بذات خود ضعیف ہے، ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب اور پھر اس کا حافظہ بھی متغیر ہو گیا تھا، لہذا شہر پر چوری کا الزام غلط ہے، دو گواہوں کی گواہی کے بغیر ایک ضعیف الحفظ، مختلط شخص جو شیطان سے بھی روایتیں کرتا تھا کیونکر شہر کے خلاف حجت بن سکتا ہے؟ شہر بن حوشب پر بغیر تحقیق اور چھان بین کے موصوف نے چوری کا الزام عائد کیا۔

لیکن کیا موصوف بھی کبھی چوری کے مرتکب ہوئے ہیں؟ آیئے ماضی میں جھانک کر دیکھیں کہ کیا واقعی یہ الزام درست ہے؟ چنانچہ موصوف نے بھی ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی صاحب کی لائبریری سے کتابیں چوری کر کے بازار میں فروخت کی ہیں اور اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حزب اللہ کے قیام سے پہلے ڈاکٹر عثمانی صاحب کی تنظیم کا نام ادارہ توحید وسنت تھا اور ڈاکٹر صاحب نے تحقیقی کام کے لئے موصوف کی خدمات حاصل کر رکھی تھیں، موصوف ناظم آباد نمبر ۴ کی مسجد توحید میں قائم لائبریری میں بیٹھ کر تحقیق فرماتے رہتے تھے، اس سلسلہ میں انہوں نے ایک آدھ مضمون بھی لکھا تھا جو کسی وجہ سے چھپ نہ سکا، موصوف نے اس لائبریری سے بعض کتابیں چوری کر کے بازار میں فروخت کر دی تھیں جن میں سے کئی کتابیں جونا مارکیٹ کے واحد بک ڈپو سے برآمد ہوئی تھیں اور جنہیں دیکھنے کے لئے ڈاکٹر صاحب کے ہمراہ پروفیسر کمال عثمانی اور راقم الحروف بھی گئے تھے، اب بتایئے کہ شہر بن حوشب جن پر چوری کا الزام بھی ثابت نہیں) زیادہ بُرے ہیں یا موصوف؟۔

اس کے علاوہ موصوف کی ذاتی زندگی بھی محدثین کرام کے شب وروز سے یکسر مختلف ہے، موصوف نماز کے بھی پورے طور پر پابند نہیں ہیں، ممکن ہے کہ موصوف کے نزدیک پانچ نمازیں ثابت نہ ہوں اور ان کے دوست محمود احمد عباسی صاحب ان سے بھی دو قدم آگے تھے، گویا ان پر تو نماز فرض ہی نہ تھی، عباسی صاحب سے ایک مرتبہ مجھے بھی گفتگو کرنے کا موقع ملا، اور دوران گفتگو جب میں نے صحیح بخاری کی ایک حدیث کا ذکر کیا، تو اس کے جواب میں انہوں نے برجستہ کہا ''امام بخاری گدھے نے یہ ویسے ہی ذکر کر دی ہے'' (معاذ اللہ عزوجل)

ظاہر کہ جس شخص کے دل میں محدثین کرام کا معمولی سا احترام بھی نہ ہو تو وہ دین اسلام کی کیا خدمت کر سکتا ہے؟ اور جو شخص سلف صالحین کو گدھا سمجھتا ہو تو خود اس کے گدھا ہونے میں کیا شک باقی رہ جاتا ہے، اس کے علاوہ عباسی صاحب کی داڑھی بھی برائے نام تھی، خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ درمیان میں آ گیا تھا، کاندھلوی صاحب کے ہاں پردہ کا رواج بھی غالباً ختم ہو چکا ہے اور سگریٹ نوشی کی تو موصوف کو لت لگی ہوئی ہے، اب ایسا شخص اگر محدثین پر کیچڑ اچھالے یا احادیث کے متعلق کوئی جدید انکشاف

موصوف ناصبیت کے بھی زبردست علمبردار ہیں اور علی اور اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت میں آئی ہوئی کوئی بھی حدیث انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتی، اور ان روایتوں کا موصوف وہ حشر کرتے ہیں کہ الامان والحفیظ"۔ (ابو جابر عبداللہ دامانوی، حدیث عائشہ میں تلبیس، مطبوعہ کراچی، ص۲۴،۲۵)

فرقہ مسعودیہ

مسعود احمد بی۔ ایس۔ سی

مولانا عبداللہ بہاولپوری غیر مقلد لکھتے ہیں!

"کراچی کیا عجیب شہر ہے جہاں رنگ برنگ کی دنیا آباد ہے جہاں کفر والحاد کا بھی زور ہے اور اسلام کا بھی شور ہے، ترقی کا یہ عالم ہے کہ وہاں کفر بھی ننگا ہے کوئی شرم وننگ نہیں، اسلام بھی کئی رنگا ہے کوئی ایک رنگا نہیں، لوگ تو کراچی کی جماعت غرباء (اہلحدیث) پر تعجب کرتے تھے کہ انہوں نے غرباء نام رکھ لیا ہے، کراچی میں دو مسعود ایسے اُٹھے کہ ایک نے جماعت المسلمین بنا کر باقی کو جماعت الکافرین بنا دیا، دوسرے نے حزب اللہ بنا کر باقی کو حزب الشیطان ٹھہرا دیا، ایک کو کوئی مسلمان نظر نہیں آتا اور اس کی نظر میں سب کافر ہیں، دوسرے کو کوئی موحد نظر نہیں آتا، اس کی نگاہ میں سب مشرک ہیں،، اتفاق یہ ہے کہ ہیں دونوں مسعود، ایک کو کافر بنانے کی سعادت حاصل ہے، دوسرے کو مشرک، کمال یہ ہے کہ ہیں دونوں جاحل، عالم ان دونوں میں سے کوئی نہیں، ایک ایم بی بی ایس ہے، دوسرا بی ایس سی، ایک کو مسعود عثمانی کہتے ہیں، دوسرے کو مسعود بی ایس سی، دونوں کراچی میں مسلمانوں کے لئے فتنہ بنے ہوئے ہیں، کراچی کی سرزمین بھی کیسی مردم خیز ہے جو ایسے ایسے مسعود اُگاتی ہے جو فتنہ انگیز ہیں۔

آج ہم جماعت المسلمین والے مسعود کا ذکر کرتے ہیں، یہ حضرت پہلے کسی دفتر میں ملازم تھے جب حکومت نے ریٹائر کر دیا تو جماعت المسلمین کا پانسہ ڈال کر امام المسلمین بن گئے جو تمہید ہے خلیفۃ المسلمین بننے کی، پہلے وہ اہل حدیث تھے، جب سے انہوں نے جماعت المسلمین بنائی اہلحدیث کے مخالف ہو گئے ہیں، اب وہ اپنی جماعت کی خیر و بقا اہلحدیث کی مخالفت میں ہی سمجھتے ہیں اس لئے دن رات اہلحدیث کے خلاف پراپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں، انہوں نے جماعت المسلمین تو بنالی اب اس کو پالیں تو کیسے، باہر سے تو کوئی ان کے جال میں پھنستا نہیں، پھنسے تو کوئی بے خبر اہلحدیث ہی پھنسے، باہر والے تو ان کو سرپھرا اہلحدیث اور بگڑا ہوا اہلحدیث ہی سمجھتے ہیں، اس لئے کہ وہ آمین رفع الیدین کرتے ہیں اور آمین اور رفع الیدین ہی آج کل اہل حدیثوں کی بڑی نشانی ہے، مسعود صاحب چونکہ بگڑے ہوئے اہلحدیث ہیں اس لئے ان کی بگڑی ہوئی رفع الیدین ہے جو ان کے ساتھ ہی خاص ہے وہ اہلحدیث کو ہی اپنے لئے میدان سمجھتے ہیں اور اہلحدیث کو ہی اپنے لئے ہوا جانتے ہیں کہ اگر کوئی ٹوٹا تو اہلحدیث ہی ٹوٹے گا اور اگر کوئی میرا توڑے گا تو وہ بھی اہلحدیث کرے گا اس لئے ان کو اہلحدیث سے ہی ڈر رہتا ہے اور اہلحدیث ہی سے امید، وہ اپنی جماعت المسلمین کی ساکھ بنانے کے لئے اہلحدیث پر بھی اعتراضات کرتے رہتے ہیں، کبھی وہ اہلحدیث نام پر اعتراضات کرتے ہیں اور کبھی اہلحدیث جماعت پر، کبھی بعض فقہی مسائل اہلحدیث کے سر تھوپ کر ان پر طبع آزمائی کرتے ہیں، خود مجتہد بن جاتے ہیں اور اہلحدیث کو مقلد بنا دیتے ہیں، فقہی اصول ان کے اپنے ہیں جن کے تحت وہ نت نئے مسائل گھڑتے رہتے ہیں، بظاہر وہ قیاس کے مخالف ہیں لیکن جب مطلب ہوتا ہے تو ابلیسی قیاس سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ (ابو یاسر، جماعت المسلمین کو پہچانئے، مطبوعہ کوٹلی دل باغ، کاموکئے ضلع گوجرانوالہ، سن طباعت ندارد، ص۱۹،۲۰)

مولوی اسماعیل ذکریا محمدی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مسعود احمد صاحب کسی بھی دینی استاد عالم دین کے شاگرد نہیں ہیں جو کچھ

خود پڑھا سمجھا حرف آخر جانا، جب سے عزیز آباد (کراچی) آباد ہوا انہوں نے جماعت المسلمین (اہلحدیث) نعال دکھانے کے لئے نماز عید کا اجتماع علی آباد کے میدان میں کرنا شروع کردیا اور اپنی علمیت کا اظہار کرنے کے لئے امامت کے فرائض خود ہی انجام دینا شروع کردیئے، مگر علاقہ کے اہلحدیث ان کے علمی معیار کو جانتے تھے اس لئے مسجد بیت الاسلام کی انتظامیہ سے مطالبہ کیا کہ آپ لوگ عیدین کا کسی مستند عالم دین کی زیر امامت انتظام کیوں نہیں کرتے، اس لئے مطالبہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ۱۹۷۶ء کو غریب آباد ریلوے کراسنگ کے قریب کے ایم سی پارک میں مولانا قاری عبدالخالق رحمانی کی زیر امامت انتظام کیا گیا جس کی وجہ سے تمام مقامی اہلحدیث حضرات نے کے ایم سی پارک میں نماز عید ادا کرلی۔ اب مسعود صاحب نے اپنی عیدگاہ کو خالی دیکھا تو صدمہ کی وجہ سے حواس کھو بیٹھے...... چاہئے تو یہ تھا کہ جماعت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی بجائے خود اکثریت کا فیصلہ تسلیم کرتے اور اپنی عید کا اجتماع ختم کردیتے، الٹا یہ کہنا شروع کردیا کہ جب اہلحدیث کی نماز میرے پیچھے نہیں ہوتی تو میری بھی ان کے پیچھے نہیں ہوتی"۔ (ابو یاسر، جماعت المسلمین کو پہچانئے، مطبوعہ کوٹلی دل باغ، کاموئکے ضلع گوجرانوالہ، سن طباعت ندارد، ص ۲۱)

ایک غیر مقلد محقق لکھتے ہیں!

"کراچی کی "جماعت المسلمین" جس کے بانی مسعود بی، ایس، سی صاحب ہیں، بیسویں صدی کا ایک نیا فتنہ ہے جس کا نشانہ اہل حدیث ہیں، پہلے مسعود صاحب اہل حدیث تھے اور اپنا مذہبی کاروبار چلاتے تھے، جب ذرا ان کا کاروبار چل نکلا تو مزید ترقی کے لئے انہیں نئی جماعت بنانے کا شوق چرایا، چنانچہ ۱۳۸۵ھ میں انہوں نے "جماعت المسلمین" نام کی ایک نئی جماعت کی بنیاد رکھ دی، جب دیکھا کہ اہل حدیث میں رہ کر یہ نومولود جماعت پنپ نہیں سکتی تو جماعت اہل حدیث سے علیحدہ ہوگئے اور ہر چیز کو اہل حدیث سے علیحدہ کرلیا، حتیٰ کہ اپنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ سب کو مسلمین بنایا اور صلوٰۃ المسلمین، زکوٰۃ المسلمین وغیرہ نام رکھے"۔ (ایک محقق کے قلم سے، اہل حدیث کے متعلق غلط فہمیاں اور اُن کا ازالہ، مطبوعہ مکتبہ اہل حدیث ٹرسٹ، کورٹ روڈ کراچی، سن طباعت درج نہیں، ص ۲)

ابو جابر عبداللہ دامانوی غیر مقلد لکھتے ہیں!

"موصوف نے پہلی مرتبہ جماعت المسلمین (اہل حدیث) کے نام ۱۳۸۵ھ میں اپنی جماعت کی بنیاد رکھی تھی اور پھر دوسری مرتبہ اہل الحدیث سے بالکل کٹ کر ۱۳۹۵ھ میں اپنی جماعت کی دوبارہ بنیاد رکھی، چنانچہ موصوف لکھتے ہیں!

"انتباہ: ہم نے جماعت کی بنیاد ۱۳۸۵ھ میں ڈالی تھی اور یہ کہ ہمارا اس جماعت سے تعلق ہے حالانکہ یہ ایک الزام ہے وہ جماعت ختم ہو چکی ہے ہمارا اس جماعت سے کوئی تعلق نہیں وہ ایک فرقہ کی ذیلی جماعت تھی اور اب ہم فرقہ واریت سے تائب ہو کر مسلم ہو چکے ہیں"۔

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم ۱۳۹۵ھ میں اللہ تعالیٰ کی بنیاد ڈالی ہوئی جماعت میں شامل ہو گئے"۔ (جماعت المسلمین کے متعلق غلط فہمیاں، مصنفہ مسعود احمد)

اس جماعت کی بنیاد موصوف نے ۱۳۹۵ھ میں رکھی لیکن موصوف کا یہ دعویٰ ہے کہ ان کی جماعت کی بنیاد اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے، اب یہ بات موصوف کو کیسے معلوم ہوئی، تو موصوف ہی کے ذمے اس کی وضاحت کرنا ہے؟ وہی بتائیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی جماعت کی بنیاد کس طرح رکھی؟"۔ (ابو جابر عبداللہ دامانوی، خلاصہ الفرقۃ الجدیدۃ، مطبوعہ مکتبہ اہل حدیث ٹرسٹ کورٹ روڈ کراچی ۱۹۹۲ء، ص ۲۷)

سید وقار علی صاحب غیر مقلد (پشاور) لکھتے ہیں:

''اسی (۸۰) فیصد اراکین جماعت مسعود احمد کا حال یہ کہ صلاۃ الفجر ہمیشہ قضا پڑھتے ہیں اور باقی نمازیں بھی اپنے وقت سے آگے پیچھے ہو ہی جاتی ہیں، پچاس فیصد کا یہ حال ہے کہ صرف رجسٹرڈ مسلمین میں حاضری لگانے کی خاطر صلوۃ الجمعہ با قاعدگی یا بے قاعدگی سے پڑھ لیتے ہیں اور باقی نمازوں کا اللہ ہی حافظ ہے۔

ایسے ہی ایک صاحب کا ذکر کرتا چلوں پشاور شاخ سے تعلق رکھتے ہیں داڑھی منڈواتے ہیں چادر ٹخنوں سے نیچے رکھتے ہیں صلوۃ الجمعہ میں اکثر غیر حاضر رہتے ہیں اور ان کے بڑے بھائی کی اطلاع کے مطابق باقی نمازیں بھی نہیں پڑھتے بس بیعت کر کے مسلمین کی فہرست مین اپنا نام لکھوا چکے ہیں، جب تک میں جماعت المسلمین میں تھا تو مجھ سے بڑی عزت واحترام عقیدت سے ملتے تھے جماعت چھوڑنے کے تقریباً ایک ہفتہ بعد ہی ان سے اس حال میں ملاقات ہوئی کہ صلوۃ الجمعہ پڑھنے کے بعد تازہ شیو کیے ہوئے ننگے سر ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکائے ہوئے جی ٹی روڈ پر سگریٹ کے کش لگاتے ہوئے فضا میں دھواں اگلتے ہوئے لطف وسرور کی حالت میں خراماں خراماں چلے آرہے تھے، جب میرے نزدیک آئے تو میں رک گیا کہ شاید دعا سلام کریں انہوں نے میری طرف اک نگاہ جلال وغضب کی ڈالی اور پھر نخوت وتکبر سے منہ پھیر کر چلے گئے میرے ساتھ جو ساتھی تھے انہوں نے کہا یہ شخص مسعود احمد صاحب پر ایمان لے آنے کے بعد بالکل مطمئن ہے کہ میں جو کچھ بھی کروں میں جنت میں جانا ہی جانا ہے۔

مسعود صاحب کے مذہب میں ننگے سر باہر پھرنا منع ہے لیکن ان کی اکثریت ننگے سر بازاروں میں پھرتے ہیں اور جب اپنے امراء ونظماء کے پاس آتے ہیں تو جیب سے ٹوپی نکال کر سر پر رکھ لیتے ہیں اسی طرح جن کے ازار ٹخنوں سے نیچے رہتے ہیں موقع کی مناسبت سے وہ بھی ازار اونچے کر لیتے ہیں اور بعد میں نیچے کر لیتے ہیں۔

برکت اللہ صدیقی (غیر مقلد) لکھتے ہیں:

''جب امیر صاحب اپنے گھر سے باہر نکلتے ہیں تو اسلام پر عمل شروع ہو جاتا ہے اور جیسے ہی وہ واپس جاتے ہیں اسلام لپیٹ کر ایک طرف رکھ دیا جاتا ہے''۔ (ابو یاسر، جماعت المسلمین کو پہچانیے، مطبوعہ کوٹلی دل باغ، کاموکی ضلع گوجرانوالہ، سن طباعت ندارد، ص ۷۰، ۷۱)

فرقہ عثمانیہ

ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی

ابو جابر عبد اللہ دامانوی (غیر مقلد) نے ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی کی بے نام جماعت کو فرقہ عثمانیہ ہی لکھا ہے۔ (حدیث عائشہ میں تلبیس، مطبوعہ جماعۃ المسلمین، کیماڑی کراچی، ص ۳)

یہی ابو جابر عبد اللہ دامانوی لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر عثمانی نے اس وقت جو سب سے بڑا فتنہ برپا کر رکھا ہے وہ فتنہ تکفیر ہے، سلف صالحین کو وہ جس طرح دائرہ اسلام سے خارج کرتے جا رہے ہیں ڈر ہے کہ ان کا اگلا وار صحابہ کرام پر نہ ہو یہ حقیقت ہے کہ دین اسلام کو ایسے پاگلوں نے جو نقصان پہنچایا ہے وہ کفار مشرکین بھی نہ پہنچا سکے''۔ (ابو جابر عبد اللہ دامانوی، الدین الخالص، حصہ دوم، مطبوعہ جماعۃ المسلمین کیماڑی کراچی ۱۹۸۸، ص ۱۳)

''موصوف نے محدثین کے سرخیل حضرت امام احمد بن حنبل پر عذاب قبر کے سلسلے میں کفر کا فتوی لگایا ہے اور دیگر محدثین کو بھی جن میں سے بعض کا نام لے کر اور بعض کو اشارۃً کافر قرار دے دیا ہے کیونکہ انہوں نے بھی امام احمد بن حنبل کی راہ کو اختیار کر لیا تھا، تابعین، تبع تابعین اور محدثین کے علاوہ موصوف نے بعض صحابہ کرام پر بھی فتوے لگائے مثلاً حضرت عمرو بن العاص منکر نکیر کے سوال وجواب کو ارضی قبر ہی سے متعلق مانتے تھے اور اسی عقیدہ پر ان کی وفات ہوئی اور چونکہ ایسا عقیدہ موصوف کے نزدیک کفر ہے اس لئے موصوف نے ان کی وفات سے پہلے کی

بصیرت افروز وصیت کو، بحرانی کیفیت قرار دے دیا، گویا صاف الفاظ میں نہیں بلکہ دبے الفاظ میں موصوف نے انہیں بھی کافر قرار دے دیا (معاذ اللہ) اسی طرح حضرت عمر فاروق پر یہ فتویٰ لگایا کہ ان پر شیطان کا وار ہوا، (معاذ اللہ) حالانکہ فاروق اعظم وہ صحابی رسول ہیں جن کے متعلق زبان نبوت نے گواہی دی ہے کہ شیطان اس راستے سے گزرنے کی بھی جرأت نہیں کرتا جس پر یہ بندہ حق رواں دواں ہوتا ہے، شیطان کا ان پر وار کرنا تو بڑی بات ہے، اسی طرح موصوف حضرت بریدہ اسلمی سے بھی ناراض ہیں۔

امام احمد بن حنبل پر جس وجہ سے کفر کا فتویٰ داغا گیا وہ یہ ہے کہ وہ تُعَادُ رُوْحُهُ فِيْ جَسَدِهٖ کے قائل تھے اور موصوف کے عقیدہ کے مطابق قیامت سے پہلے میت میں روح نہیں لوٹ سکتی، لہٰذا جو بھی یہ عقیدہ رکھتا ہے وہ موصوف کے نزدیک کافر ہے"۔ (ابو جابر عبداللہ دامانوی، الدین الخالص، حصہ دوم، مطبوعہ جماعۃ المسلمین کیماڑی کراچی ۱۹۸۸ء، ص۲۰،۲۱)

ابو جابر عبداللہ دامانوی لکھتے ہیں:

"یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ڈاکٹر عثمانی نے آخر یہ انتہائی قدم کیوں اُٹھایا اور سلف صالحین پر کفر و شرک کے کھلے فتوے لگانے کیوں شروع کر دیئے، حالانکہ وہ اس سے پہلے جماعت اسلامی، تبلیغی جماعت اور علماء دیوبند میں سے بعض کی قابل اعتراض عبارات پر دبے الفاظ میں شرک کے فتوے لگا دیا کرتے تھے، لیکن ممکن ہے ان پر فتویٰ لگانا معاصرانہ چشمک کا نتیجہ ہو، مگر سلف صالحین پر کفر و شرک کے فتوے لگانے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ تو ہم نے کافی سوچ بچار کے بعد اس سوال کے مضمرات کا اچھی طرح سے جائزہ لیا ہے اور اس کی ایک وجہ ہماری سمجھ میں یہ آئی ہے۔

اصل میں موصوف کی زندگی میں ایک ایسا واقعہ رونما ہوا ہے جس نے اُن کے دماغ کی چولیں تک ہلا کر رکھ دیں، اور اس واقعہ کے بعد ہی اس نے سلف صالحین پر فتوے لگانے والی مہم کا آغاز کیا، یہ واقعہ ان کی بیوی کی موت کا حادثہ تھا، موصوف کی نگاہ میں ایک ہی شخصیت ایسی تھی جنہیں وہ دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب رکھتے تھے اور ان کی اس محبت کی جھلک ہمیں ان کے روزمرہ کے معمولات میں بھی کبھی کبھی نظر آجاتی تھی، موصوف کے لئے یہ صدمہ ناقابل برداشت اور ایک عظیم المیہ تھا، موصوف کی یہ خوش قسمتی تھی کہ ان کا ذہنی توازن نہیں بگڑا اور نہ ایسے موقعوں پر لوگوں کے ذہنی توازن بگڑ جایا کرتے ہیں، البتہ اس حادثہ نے ان کے دماغ کو ایک حد تک متاثر ضرور کیا۔

موصوف کی زوجہ محترمہ جماعت اسلامی کی رکن اور حلقہ کیماڑی کی ناظمہ بھی تھیں، موصوف کے تینوں صاحبزادگان بھی جماعت اسلامی سے والہانہ عقیدت رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ وابستہ ہیں، جب کہ موصوف کو جماعت اسلامی سے سخت نفرت ہے مگر اس کے باوجود موصوف نے اپنی زوجہ محترمہ کو موت کے مُنہ میں جاتے دیکھ لیا مگر جماعت اسلامی کے پنجے سے اسے آزاد نہ کرا سکے، یہی وجہ ہے اُن کی موت کے دوسرے دن روزنامہ جنگ کراچی میں یہ خبر شائع ہوئی کہ جماعت اسلامی رکن اور حلقہ کیماڑی کی ناظمہ کا انتقال ہو گیا ہے، اگرچہ موصوف نے بہت کچھ واویلا مچایا کہ ان کی بیوی نے جماعت سے استعفاء دے دیا تھا اور یہ کہ ان کا اب جماعت اسلامی سے کوئی تعلق نہیں رہا اور وہ (میری طرح) موحدہ تھیں، مگر صد افسوس کہ موصوف کا یہ دعویٰ بھی دوسرے بہت سے دعووں کی طرح غلط ہی ثابت ہوا اور جس کا اقرار خود ان کے بہت سے مقلدین کو بھی ہے۔

یہی وہ خاص واقعہ تھا جس نے موصوف کے ذہن کو بُری طرح متاثر کیا، دوسری طرف ان کے صاحبزادگان جماعت اسلامی سے ان کی نفرت کی وجہ سے ان سے بیزار تھے اور کبھی کبھی دبی زبان یہ کہہ دیتے تھے کہ ابا پاگل ہیں اور جیسی تحریک وہ چلا رہے ہیں اس طرح کبھی کوئی تحریک نہیں چلائی جا سکتی، ان ہی باتوں کا نتیجہ تھا کہ موصوف پر بحرانی کیفیت طاری ہو گئی اور انہوں نے پہلی قسط کے بعد توحید خالص دوسری قسط شائع کر کے تمام محدثین کو ٹھکانے لگانے کا

سلسلہ شروع کر دیا، کیونکہ جب محدثین ہی قابل بھروسہ نہ رہے تو پھر احادیث کب قابل بھروسہ ہو سکتی ہیں۔ (ابو جابر عبد اللہ دامانوی، الدین الخالص، مطبوعہ جماعۃ المسلمین کیماڑی کراچی ۱۹۸۸ء، ص ۳۹، ۴۰)

ڈاکٹر مسعود عثمانی کے پرانے ساتھی یہی ابو جابر عبد اللہ دامانوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"ہمارا ذاتی تجربہ ہی نہیں بلکہ ہم اس بات پر شاہد بھی ہیں کہ موصوف کسی مستند عالم دین سے کتاب وسنت کی روشنی میں علمی گفتگو نہیں کر سکتے، بلکہ اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ کوئی عالم دین ان سے گفتگو کا متمنی ہے تو موصوف وہاں سے کھسک جاتے ہیں، کیونکہ موصوف کا دعویٰ تو یہ ہے کہ وہ کتاب وسنت ہی کے ماننے والے ہیں، مگر علمائے کرام جب ان کے سامنے احادیث صحیحہ بیان کرتے ہیں جو ان کے باطل عقائد ونظریات کے خلاف ہوتی ہیں تو موصوف انکار پر انکار کرتے جاتے ہیں اور سوائے شور وشغف کے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوتی"۔ (ابو جابر عبد اللہ دامانوی، الدین الخالص، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۸ء، ص ۱۹۲)

فرقہ عباسیہ ناصبیہ

محمود احمد عباسی امروہوی

مشہور محقق حکیم سید محمود احمد برکاتی صاحب (کراچی) محمود احمد عباسی کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں!

"محمود احمد عباسی صاحب سے میرا تعارف پاکستان آ کر غالباً ۵۴۔۱۹۵۳ء میں ہوا تھا، انہیں کسی کتاب کی ضرورت تھی، اس لئے کسی کی نشان دہی پر میرے یہاں آئے تھے، جب یہ معلوم ہوا کہ وہ ہمارے استاد، امام الطب حکیم فرید احمد عباسی مرحوم مغفور (متوفی ۱۹۶۲ء) کے چھوٹے بھائی ہیں تو ایک قرب کا پہلو نکل آیا اور طرفین کی آمد ورفت شروع ہو گئی۔

کچھ ہی دنوں بعد ان کی کتاب (خلافت معاویہ ویزید) کے چرچے علمی حلقوں میں شروع ہوئے مگر مطالعے کی لت کے باوجود مجھے اس کتاب کے مطالعے کی اکساہٹ نہیں ہوئی، کیونکہ اہل تسنن اور اہل تشیع کے اختلافات میرا موضوع فکر ومطالعہ ہیں نہ میری افتاد مزاج کو خلافیات سے کوئی مناسبت ہے، بہر حال یہ کتاب نہ پڑھ سکا، مگر ایک بار خود عباسی صاحب مرحوم ہی نے مجھے "خلافت معاویہ ویزید" عنایت فرمائی تو اس مطالعے کی لت کے ہاتھوں اس کا مطالعہ کر گزرا اور خلاف مزاج پا کر الماری میں سجادی اور یوں عباسی صاحب کے افکار وآراء کا تعارف حاصل ہو گیا، لیکن اس موضوع پر ان سے گفتگو کی کبھی نوبت نہیں آئی، حالانکہ انہوں نے بارہا سلسلہ چھیڑا، مثلاً ایک بار انہوں نے فرمایا تم حسنی سید ہو یا حسینی؟ میں اس سے پہلے کئی حضرات سے سن چکا تھا کہ وہ شجروں اور انساب پر گفتگو کرتے ہیں، اس لئے ترّاخ سے جواب دیا کہ میں نے آپ سے کب کہا ہے کہ میں سید ہوں؟ اس پر وہ خاموش ہو گئے، اسی طرح میں نے جب سر سید مرحوم کی کتاب "سیرت فریدیہ" ایڈٹ کی اور اس کے مقدمہ میں سر سید کے سیاسی کردار پر تنقید کی تو عباسی صاحب ایک روز فرمانے لگے، کل ہمارے ایک دوست کہہ رہے تھے کہ تمہارے عزیز (میری طرف اشارہ تھا) نے تمہارے مقتداء (سر سید) پر بڑی سخت تنقید کی ہے، تو میں نے برجستہ جواب دیا کہ جی ہاں وہ صاحب مجھ سے بھی کہہ رہے تھے، مگر میں نے ان سے کہہ دیا کہ عباسی صاحب نے ہمارے نانا (سیدنا حسین رضی اللہ عنہ) کو نہیں بخشا تو ہم ان کے مقتداء کو کیوں بخشتے، اس پر وہ بڑی دیر تک ہنسے اور بات آئی گئی ہوئی۔

عباسی صاحب سے ان ملاقاتوں میں مجھے اندازہ ہوا کہ وہ معمولی صلاحیتوں کے آدمی تھے، عربی غالباً بالکل نہیں جانتے تھے، فارسی پر بھی عبور نہیں تھا، میں نے ان کو فارسی کی غلط عبارتیں پڑھتے کئی بار سنا ہے، تحریر کا کام بھی وہ مسلسل نہیں کرتے رہے، آغاز عمر میں "تاریخ امروہہ"، "تحقیق الانساب" اور "تذکرۃ الکرام" لکھی تھیں، اس کے بہت عرصہ بعد ۷۰ سال سے زیادہ عمر میں "خلافت معاویہ ویزید" لکھی، اس کتاب کے سلسلے میں ان کو متعدد اہل

علم وقلم کا تعاون حاصل رہا، جن میں سے ایک نام کے متعلق مجھے تحقیق ہے اور وہ ہے مولانا تمنا عمادی کا نام، جو ان کے لئے کتب تاریخ سے اقتباسات اور ان کے ترجمے لکھ کر بھیجا کرتے تھے، ایک باوہ عباسی صاحب کے یہاں چند روز مقیم بھی رہے، اور وہاں میں نے بھی انہیں یہی کام کرتے دیکھا ہے۔

دوسرا تاثر میرا یہ تھا کہ وہ اپنی تحریک کے سلسلے میں مخلص نہیں تھے، زبان وقلم سے ردشیعت کے باوجود اہل تشیع سے ان کے گونا گوں مراسم تھے، ایک بار میں پہنچا تو چند نامور شیعہ اہل قلم ان کے یہاں بیٹھے تھے اور بڑے پُر تکلف ناشتہ کر رہے تھے اور بہت اپنائیت کی باتیں ہو رہی تھیں، ان کے جانے کے بعد از خود صفائی کرنے لگے کہ ان بچوں سے وطن ہی سے مراسم ہیں، بڑی محبت کرتے ہیں، میرا بڑا لحاظ کرتے ہیں، میں نے جی کہہ کر بات ٹال دی کہ مجھے اس سے کیا دلچسپی؟۔

اسی طرح ایک بار انتخاب میں انہوں نے ایک شیعہ امیدوار کو ووٹ دیا اور میرے سامنے ایک صاحب کے سوال کے جواب میں اس کی وجہ یہ بتائی کہ اس کے خاندان سے قدیم مراسم ہیں اور میں اسے اہل بھی سمجھتا ہوں، ایک بار ان کی اہلیہ محترمہ جو مجھ پر بڑی شفقت فرماتی تھیں، اپنے ایک ہمسائے کی شکایت کرنے لگیں کہ وہ آج صبح انہیں (عباسی صاحب کو) گالیاں دے رہا تھا، اور یزید اور یزید کی اولاد تک کہہ گیا، اس پر میں نے از راہ تفنن کہہ مارا کہ یہ تو آپ کے نقطہ نظر کے پیش نظر مدح ہوئی، قدح نہیں ہوئی، اس پر وہ بہت برہم ہو گئے اور اُٹھ کر دوسرے کمرے میں چلے گئے اور ان کی اہلیہ محترمہ کہنے لگیں کیوں چھیڑتے ہو۔

مطلب یہ ہے کہ میرے خیال میں وہ دل سے یزید اور شیعہ دشمن نہیں تھے بلکہ دانستہ یا نادانستہ کسی اسلام دشمن تحریک یا طاقت کے آلہ کار تھے اور افتراق بین المسلمین کی مہم میں سرگرم تھے، میں نے ان میں شیعت کے مظاہر تو کئی بار دیکھے، مثلاً مجالس تک ان کے یہاں برپا ہوتی تھیں اور ذکر کرتے روتے اور رُلاتے تھے، مگر ان کی پابندی احکام شریعت کا منظر اور واقعہ میرے علم وذہن میں نہیں ہے، کم از کم میں نے ان کو نماز پڑھتے نہیں دیکھا، نہ کسی سے سنا، تجارت اور معاشی منفعت بھی اس مہم میں یقیناً ان کے پیش نظر تھی، ایک بار نیاز فتحپوری کا ایک خط انہوں نے ایک دوسرے خط کے دھوکے میں مجھے پڑھنے کے لئے دیا، میں بھی جب خط پڑھ چکا تو پتہ چلا کہ یہ وہ مطلوبہ خط نہیں ہے، خط انہیں واپس کیا تو وہ بھی چکرا سے گئے، بہر حال اس خط کا جو مضمون ذہن میں مستحضر ہے کچھ اس قسم کا تھا کہ خوب کتاب لکھی ہے، کچھ ہنگامہ رہے گا، لطف رہے گا، خوب نکل رہی ہوگی، میں نے بھی اس پر تبصرہ لکھا ہے، کتابی شکل میں بھی آئے گا، اسے وہاں نکلوائیں اور اپنی کتاب کے اتنے نسخے تاجرانہ نرخ پر مجھے بھجوائیں کہ تبصرہ پڑھ کر کتاب کی مانگ بھی آئے گی۔

اسی طرح ایک صاحب جو نہ خدا کے قائل تھے نہ مذہب کے، ان سے اپنی تحقیق کا ذکر کر کے چاہتے تھے کہ وہ اپنی رائے دیں، انہوں نے کہا! میری رائے کا کیا کریں گے، میری نظر میں آپ کے حسین اور آپ کے یزید دونوں گھٹیا تھے، عالمی سطح پر ان کی حیثیت نہیں ہے، تاریخ عالم کے اکابرین میں ان کو محسوب نہیں کیا جا سکتا، تخت کے دو معمولی امیدوار لڑ پڑے تھے اور ایک مارا گیا، اس پر عباسی صاحب نے تائید اور مسرت کا اظہار ایک قہقہے سے کیا اور انگریزی میں چند جملے کہے، جن کا مفہوم یہ تھا کہ بالکل یہی رائے میری اور ہر پڑھے لکھے آدمی (ایجوکیٹڈ) کی ہے، مگر ان صاحب (جنٹل مین) کے سامنے بات نہ کیجئے، یہ لوگ قدامت گزیدہ (آرتھوڈکس) ہوتے ہیں، عباسی صاحب نے مجھے انگریزی سے نابلد سمجھا تھا، میں نابلد ہی بنا رہا اور اجازت چاہی، جو بڑی خوش دلی سے دے دی گئی۔

ان کے مسلک کے بودے پن کے سلسلے میں یہ دلچسپ واقعہ بھی سننے کا ہے، ایک بار معلوم ہوا کہ لاہور سے حکیم حسین احمد صاحب عباسی مرحوم آئے ہوئے ہیں اور محمود احمد عباسی صاحب کے یہاں مقیم ہیں، چنانچہ میں اور

میرے رفیق درس اور عزیز دوست حکیم جامی صاحب (جو کہ کوڑی سے حسین میاں سے ملنے کے لئے ہی تشریف لائے تھے) عباسی صاحب کے یہاں پہنچے، حسین میاں تو نہیں ملے، البتہ عباسی صاحب ضرور مل گئے اور حسب عادت وہی موضوع چھیڑ دیا، میں حسب دستور تحمل سے کام لیتا رہا، مگر جامی صاحب تحمل کے قائل نہیں اور ردّ باطل کے لئے ہمہ وقت آمادہ و مستعد رہتے ہیں اور زبان و بیان تک کی اغلاط کی تصحیح کو جہاد سمجھتے ہیں، چنانچہ عباسی صاحب اسلامی تاریخ کے ماخذ پر گفتگو کررہے تھے اور "طبری" وغیرہ کو نامعتبر بتارہے تھے، اچانک سیدنا حسین کے لئے فرمانے لگے کہ انہیں خناق کا مرض تھا اور اطباء نے لکھا ہے کہ اس مرض میں مبتلا انسان کی قوت فیصلہ بہت متاثر ہو جاتی ہے۔

اب جامی صاحب کے جہاد کی گھڑی آ گئی تھی، عباسی صاحب سے پوچھا یہ بات کس نے لکھی ہے؟ عباسی صاحب روانی میں کہہ گئے کہ "طبری" نے لکھا ہے، اس پر جامی صاحب نے ایک بڑے زہر یلے تبسم کا طنزیہ سرکیا اور بولے جی ہاں وہی طبری جو نامعتبر ہے، اس پر عباسی صاحب نے اپنے مؤقف کے ضعف کو اپنی برہمی سے قوت میں بدلنا چاہا اور آپے سے باہر ہو گئے، کھڑے ہو کر کہنے لگے میرے بھائی (بابائے طب مرحوم مغفور) کا شاگرد ہو کر مجھ پر تنقید کرتا ہے اور ایسی ہی حواس باختگی کی بہت سی باتیں بڑے جوش غضب کے عالم میں کہہ گزرے، جامی صاحب نے جو ایسے معرکوں کے عادی اور ماہر اور جسمانی صحت سے بھی مایہ دار ہیں، بڑے اطمینان اور ٹھہرے ہوئے لہجہ میں جواب دیا بڑے میاں! پہلے تو بیٹھ جاؤ، ہانپ رہے ہو، پھر تم اس یگانۂ وقت اور باخدا بزرگ (بابائے طب) سے کیا نسبت رکھتے ہو، اور ان سے نسبت جتاتے ہو جس کی تصدیق کا ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں اگر ہے تو اسے ثابت کرو اور اچھے آدمیوں کی طرح معقولیت سے بات کرو، اپنی باتوں کے تضاد کو رفع کرو اور اگر کشتی ہی لڑنا ہے تو لو میں بھی کھڑا ہو جاتا ہوں، (اسی دوران دونوں کی بلند آوازیں سن کر زنانے میں سے ایک نوجوان غالباً نواسہ نکل آیا تھا اسے مخاطب کر کے جامی صاحب نے پچکارتے ہوئے کہا) میاں لا کی مدد کے لئے صرف تم سے کام نہیں چلے گا اللہ کے فضل سے ۲۵ آدمیوں سے بیک وقت لڑوں گا، وہ نوجوان تو مرعوب ہو کر پیچھے ہٹ گیا، اور میں نے جامی صاحب کی آتش جلال کو سرد کرنے کے لئے کچھ کہنا چاہا تھا کہ جامی صاحب کڑکے! معاف فرمایئے محمود میاں! میں باطل اور گمراہ کن اور بے سروپا باتیں سن کر آپ کی طرح خاموش ہو جانا اور تردید کے لئے مناسب موقع کا انتظار کرنا گناہ سمجھتا ہوں، اب میں اس شخص کو بھگتنے کے لئے کیا کوڑی سے پھر کبھی آؤں گا یا یہ مجھے معقول جواب دے ورنہ میں (اپنے بھرے بازو دکھاتے ہوئے) ان کو حرکت میں لاؤں گا، عباسی صاحب یہ عالم، یہ رنگ دیکھ کر بڑے خوف زدہ اور بدحواس ہو گئے تھے، میں نے اپنے مراسم کے زور پر جامی صاحب کو بجبر التواء جہاد پر آمادہ کیا اور ان کو گھسیٹتا ہوا وہاں سے لے آیا۔

عباسی صاحب سے آخری ملاقات یوں ہوئی کہ میرے فاضل دوست جناب اقتدار ہاشمی صاحب اور میں عباسی صاحب کے یہاں گئے، ہاشمی صاحب تاریخ اسلام پر بڑا عبور رکھتے ہیں اور ان کے اور عباسی صاحب کے درمیان کتب مطالعہ کا تبادلہ بھی ہوتا رہتا تھا، عباسی صاحب اور ہاشمی صاحب اسی موضوع (حسین ویزید) پر گفتگو کرنے لگے، میں ایک کتاب ہاتھ میں لے کر وقت گزارنے لگا، مطالعہ سے میری توجہ بلند ہوتی ہوئی آواز نے ہٹائی۔

ایڈیٹ؟ (بیوقوف)

ہاں، ایڈیٹ تھا

علی ایڈیٹ؟ علی ایڈیٹ؟

یس، علی ایڈیٹ، علی واز ایڈیٹ

اور ہاشمی صاحب جو پاؤں اٹھائے تخت پر بیٹھے تھے پاؤں لٹکا کر جوتا پہنتے ہوئے مجھ سے کہنے لگے، حکیم صاحب!

آپ ٹھہریں گے؟ میں تو چلا، اب برداشت کی بات نہیں رہی، میں نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا فوراً چلئے، اب یہاں کبھی نہیں آنا ہے توبہ توبہ، اور عباسی صاحب، حکیم صاحب ہاشمی صاحب چیختے رہے مگر ہم وہاں سے نکل آئے اور پھر کبھی وہاں نہیں گئے، یہاں تک کہ عباسی صاحب اس کے دربار میں پہنچ گئے جس کے سامنے ان کا باطن ظاہر ہوگا محمود احمد برکاتی، لالوکھیت کراچی، ۳۰ مارچ ۱۹۸۰ء۔ (علی مطہر نقوی امروہوی، محمود احمد عباسی اپنے عقائد ونظریات کے آئینے میں، مطبوعہ ادارہ تحفظ ناموس اہل بیت، اے۔۲۱۹، بلاک سی، شالی ناظم آباد، حیدری کراچی، ۱۹۸۳ء، ص۳۰ تا ۳۶)

مفتی ولی حسن دیوبندی جامع العلوم الاسلامیہ کراچی لکھتے ہیں:

''محمود احمد صاحب عباسی مصنف ''خلافت معاویہ ویزید'' و ''تحقیق مزید'' وغیرہ سے بندہ لیاقت آباد (کراچی) میں رہنے کی وجہ سے ایک عرصہ سے واقف تھا، شروع شروع میں روافض دشمنی کی قدر مشترک کی وجہ سے عباسی صاحب سے خاصی دوستی تھی، کبھی کبھی ان کے کہنے پر بعض عربی عبارتوں کے ترجمہ میں مدد بھی دی، اسی طرح بعض کتابوں کے حصول میں معاونت بھی کی، میں یہ سمجھتا تھا کہ روافض کے خلاف عباسی صاحب اچھا کام کر رہے ہیں، بلکہ بعض بزرگوں کی ملاقات عباسی صاحب سے بندہ ہی نے کرائی۔

ایک عاشورہ محرم پر عباسی صاحب کا یہ رنگ بھی دیکھا کہ ان کے مکان پر اچھے خاصے لوگ جمع ہیں اور عباسی صاحب حضرت زینب بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ان کی اولا د امجاد کا ذکر کر رہے ہیں اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں، اس منظر سے میں خاصا متاثر ہوا لیکن کچھ دن کے بعد یہ واضح ہوا کہ موصوف خاصے ناصبی ہیں، ایک بار میرے اور کچھ لوگوں کے سامنے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا پر العیاذ باللہ تنقید شروع کردی، میں فوراً کھڑا ہوگیا، میں نے عرض کیا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جو چیز اذیت دے وہ مجھے بھی اذیت پہنچاتی ہے، آپ کس طرح خاتون جنت کی غیبت کر رہے ہیں، میں نے یہ بھی کہا کہ ''بخاری'' کی حدیث ہے، اس پر وہ بخاری اور دیگر کتب حدیث پر تنقید کرنے لگے اور منکر حدیث کے طرز پر ''احادیث صحاح'' کو ''عجمی سازش'' کہنے لگے، اس سے پہلے میں مشہور منکر حدیث تمنا عمادی کو ان کے یہاں دیکھ چکا تھا وہ ان کے بڑے مداح تھے اور ان کی خود ساختہ تحقیقات کے خاصے معترف تھے، ان واقعات کے بعد بندہ نے عباسی صاحب کے یہاں آنا جانا چھوڑ دیا اور مجھ پر واضح ہوگیا کہ یہ شخص ناصبی اور منکر حدیث ہے''۔ (علی مطہر نقوی امروہوی، محمود احمد عباسی اپنے عقائد ونظریات کے آئینے میں، مطبوعہ ادارہ تحفظ ناموس اہل بیت، اے۔۲۱۹، بلاک سی، شالی ناظم آباد، حیدری کراچی، ۱۹۸۳ء، ص۱۹، ۲۰)

محمود احمد عباسی کے شاگردوں کی فہرست

۱۔عزیز احمد صدیقی (کراچی)

۲۔محمد سلطان نظامی (لاہور)

۳۔ابویزید محمد دین بٹ (لاہور)

۴۔حکیم فیض عالم صدیقی (جہلم)

۵۔مولوی محمد اسحاق صدیقی ندوی (کراچی)

۶۔ثناء الحق صدیقی (کراچی)

۷۔ابوالخوارج، ابومعاویہ مولوی عظیم الدین صدیقی (کراچی)۔ (علی مطہر نقوی امروہوی، محمود احمد عباسی اپنے عقائد ونظریات کے آئینے میں، مطبوعہ ادارہ تحفظ ناموس اہل بیت، کراچی، ۱۹۸۳ء، ص۵۷)

محمود عباسی کے نظریات پر بہت سا مواد راقم کے پیش نظر ہے، مگر میرا قلم ایسی دل دکھانے والی باتیں لکھنا نہیں چاہتا، یہ سارے فتنے انہی غیر مقلدین وہابیہ اور دیوبندیوں کے پروردہ ہیں، پہلے تو یہ انہیں پالتے ہیں اور جب یہ انہی کو غرانے لگتے ہیں تو یہ ان سے لاتعلقی کا شور مچا دیتے ہیں، یہی محمود عباسی اور ان کے شاگرد مولوی عظیم الدین کراچی میں مولوی غلام اللہ خاں راولپنڈی اور شاہ بلیغ الدین خارجی کی تقریروں کا پروگرام عرصہ تک مشترک تیار کرتے رہے ہیں، دیوبندی مولوی ہی محمود عباسی کی کتابوں کی تصحیح کرتے رہے ہیں۔ (علی مظہر نقوی امروہوی، محمود احمد عباسی اپنے عقائد ونظریات کے آئینے میں، مطبوعہ ادارہ تحفظ ناموس اہل بیت، اے۔۲۱۹، بلاک سی، شمالی ناظم آباد، حیدری کراچی، ۱۹۸۳ء، ص ۴۳،۳۷)

مولوی غلام اللہ خاں کے بارے میں یہی دیوبندی کہا کرتے تھے کہ حضرت شیخ القرآن مشرکوں بدعتیوں کی خوب خبر لے رہے ہیں، اپنے مدارس کے طلباء کو دورۂ قرآن کیلئے انہی کے پاس راولپنڈی بھیجتے تھے، جب اس پارٹی نے حیات النبی ﷺ کا انکار کر دیا اور علیحدہ ایک فرقے کی شکل اختیار کرلی تو اب کہتے ہیں کہ نہیں اصل دیوبندی ہم ہیں، یہ مماتی پارٹی گمراہ ہے۔ اسی طرح غیر مقلدین پہلے تو مسعود الدین عثمانی وغیرہ کا ساتھ دیتے رہے کہ ڈاکٹر صاحب توحید کی تبلیغ کر رہے ہیں، جب ڈاکٹر صاحب نے انہی کو مشرک کہنا شروع کر دیا تو اس کے مخالف ہو گئے۔